اشغال صوفیاء میں سیرت سے استفادہ

The Seerah as a Foundation for Sufi Spiritual Practices

حافظ حسنین علی

لیکچرار گورنمنٹ ایسوسی ایٹ ڈگری کالج جی ٹی روڈ گجرات

hm0744241@gmail.com

Abstract

The role of Sufi scholars in the intellectual and spiritual development of Islam holds pivotal significance. Through practices such as dhikr (remembrance of God), worship, mujahada (striving against the self), riyadat discipline seclusion meditation and companionship of the righteous, the Sufis sought purification of the soul and reformation of the heart. These spiritual engagements not only contributed to the moral and inner development of individuals but also exerted profound influence on the collection ethical and intellectual structure of the Muslim community. The efforts of the Sufis were not confined to personal mystical experiences; rather they were firmly rooted in the primary sources of Islam, namely the Qur'an, the tradition of the Prophet the Prophetic biography search and established juristic principles. In this regard, Sufism emerges as a comprehensive spiritual and moral system that maintains full harmony with the Shariah. The present study analytically examines the ways in which the Sufis drew upon these fundamental Islamic sources and integrated their spiritual practices into a coherent framework that provided enduring ethical and intellectual to the Muslim Ummah.

Keyword: Sufi Scholars, spiritual, Shariah, Intellectual, Muslim ummah,

اشغال کا لغوی معنی

فیروز اللغات میں ہے اشغال شغل کی جمع ہے۔[1] ش اور غ کے مادہ میں لکھتے ہیں کہ شغل کا معنی ہے کام دھندہ، مشغلہ، پیشہ، تفریح طبع۔[2] کیرانوی صاحب شغل کا معنیٰ تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ھو فی شغل شاغل" پورے انہاک سے جٹ جانا، یعنی اس انداز میں کام کرنے کے اپنے کام کے سوا کسی دوسرے کے کام کی کوئی ہوش اور فکر نہ ہو۔[3] گل حسن قلندی لفظ شغل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شغل واحد ہے اور اسکی جمع اشغال ہے اور اسکا معنیٰ ہے مشغول شدن و توبہ کردن۔ اس معنیٰ کے علاوہ بھی معنی ذکر کرتے ہیں: باخیالے، باآوازے، گفت ہارے۔[4]

قرآن مجید فرقان حمید میں بھی شغل کے الفاظ ذکر ہوئے ہیں جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ)[5] ترجمہ: بے شک آج جنت والے ایک اہم شغل میں مشغول ہیں۔

تفسیر مظہری میں لفظ شغل کی وضاحت کرتے ہوئے قاضی ثناء اللہ پانیؒ نے لفظ "شغل" کی وضاحت کرتے ہوئے متعدد مفسرین و علماء کے اقوال نقل کیے ہیں مثلاً حضرت عبد اللہ ابن عباس کے مطابق "شغل" سے مراد یہ ہے کہ جنت میں دوشیزہ خواتین سے انس و محبت رکھتے ہیں۔ وکیع بن جراح کا قول ہے کہ اس سے مراد جنت کی محافل یا سماع ہے۔ جبکہ کلبی کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل جنت دوزخیوں اور ان کے احوال سے بالکل بے نیاز ہوں گے اور انہیں ان کی کوئی

---

[1] ۔فیروز اللغات، (جدید) مطبوعہ فیروز سنز لیمٹڈ، لاہور، ص 63

Feroz-ul-Lughat (Jadeed), Feroz Sons Limited, Lahore, p.63

[2] ۔فیروز اللغات (جدید)، مطبوعہ فیروز سنز لیمٹڈ، لاہور، ص 488

Feroz-ul-Lughat (Jadeed), Feroz Sons Limited, Lahore, p.488

[3] ۔ قاسمی، وحید الزماں، مولانا، قاموس المحیط، ادارہ اسلامیات، کراچی، 1419ھ، ص 872

Qasmi, Waheed-uz-Zaman, Maulana, *Qamoos-ul-Muheet*, Idara Islamiyat, Karachi, 1419H, p.87

[4] ۔ قلندی، گل حسن، سید، مراۃ الوحدت، شبیر برادرز، 2003ء، ص 572

Qalandri, Syed Gul Hasan, *Mirat-ul-Wahdat*, Shabbir Brothers, 2003, p.572

[5] ۔یٰسین: 55:36

Surah Yaseen 36:55

پرواہ نہ ہوگی۔ حسن بصری کے نزدیک جنت کی لذتوں اور نعمتوں میں اس قدر انہاک ہوگا کہ دوزخیوں کے عذاب کی طرف توجہ ہی نہ جائے گی۔ ابن کیسان کے مطابق اہل جنت اللہ کی ضیافت میں ہوں گے اور باہمی ملاقاتوں اور مجالس میں مشغول رہیں گے۔[6] البتہ مولانا آلوسی نے رائے یہ بیان کی ہے کہ کسی ایک مخصوص مشغلہ کو محدود طور پر بیان کرنا درست نہیں بلکہ جامع طور پر یہ کہا جائے گا کہ اہل جنت اپنی اپنی پسندیدہ اور مرغوب مشاغل میں مصروف ہوں گے۔[7]

مندرجہ بالا اقوال سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اشغال سے مراد وہ مخصوص روحانی اعمال وفعال ہیں۔ جن میں صوفیائے کرام مشغول رہتے ہیں یہ اعمال دراصل مجاہدہ ریاضت کی مختلف صورتیں ہیں جو سالک کے تزکیہ نفس باطنی ارتقا کا ذریعہ بنتی ہیں ان مشاغل کا تعلق بالخصوص ذکر زبانی ضبط نظر اور اعضاء کے عملی افعال سے ہے۔ خصوصا ہاتھوں کے ذریعے انجام دیے جانے والے اعمال مزید بر آں صوفیانہ نقطہ نظر کے مطابق یہ اشغال محض دینی ریاضت نہیں بلکہ وہ روحانی وسائل ہیں جن کے ذریعے اہل سلوک جنتیوں کے اوصاف و خصائص کو اس دنیا میں حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن سلمی کا قول ہے کہ شغل کی چند قسمیں ہیں جن میں سب سے اول شغل لسانی ہے اور ثانی شغل قلبی ہے۔[8]

اشغال صوفیاء

صوفیاء کے نزدیک اشغال کی اقسام میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن مراۃ الوحدت میں اقسام کو زینت قرطاس بنایا گیا ہے جن کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ قلندری صاحب لکھتے ہیں صوفیاء کے ہاں اشغال چار طرح کے ہوتے ہیں۔

[6] ۔مظہری، ثناءاللہ، قاضی، تفسیر مظہری، مکتبہ رشدیہ، پاکستان، ج8، ص91

Mazhari, Qazi Sanaullah, *Tafsir Mazhari*, Maktaba Rashdiya, Pakistan, Vol.8, p.91

[7]۔ آلوسی، محمود بن عبداللہ، تفسیر روح المعانی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج7، ص328

Alusi, Mahmood bin Abdullah, *Tafsir Ruh al-Ma'ani*, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, Vol.7, p.328

[8]۔ چشتی، کلیم اللہ، شیخ، کشکول کلیمی، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور، 2001ء، ص74

Chishti, Sheikh Kaleemullah, *Kashkol-e-Kaleemi*, Maktaba Nabwiya, Ganj Bakhsh Road, Lahore, 2001, p.74

(الف) شغل دستی (ب) شغل لسانی (ج) شغل سمعی (د) شغل نظری

شغل دستی

شغل دستی کو بعض صوفیا شغل کسبی بھی کہتے ہیں۔ جیسے کہ صنعت و حرفت، کاروبار کرنا وغیرہ۔

شغل لسانی

شغل لسانی سے مراد زبان کے ذریعے انجام دی جانے والی سرگرمیاں، جن میں بات چیت، وعظ و نصیحت، مطالعہ کتب قصہ گوئی اور ذکر الٰہی شامل ہیں۔

شغل سمعی

شغل سمعی کا تعلق سماعت سے ہے جس میں کان کی قوت مخصوص آوازوں اور حرکات کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ صوفیاء کے نزدیک ایسے اشعار اور کلام سننا معمول کی بات ہے جو نہ صرف روحانی لذت فراہم کرتے ہیں بلکہ سننے والے کو معنی و مفہوم میں محو کر کے ایک خاص کیفیت سے ہم آہنگ کر دیتے ہیں۔ ان اشغال کا مقصد انسان کی باطنی توجہ کو آواز اور لفظ کے ذریعے روحانی ارتقاء کی طرف منتقل کرنا ہے۔ شغل نظری کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ (1) شغل منصوری (2) شغل صوت سرمدی (3) شغل قلبی

شغل نظری

شغل نظری و بصری سے مراد یہ ہے کہ قوت بینائی کو کسی مخصوص شے کی طرف اس انداز سے مرکوز کیا جائے کہ نظر ایک نقطے پر ثابت ہو کر حرکت نہ کرے جب یہ یکسوئی قائم ہو جاتی ہے تو آنکھ اس شے سے اثر قبول کرنے لگتی ہے اور رفتہ رفتہ اس درجے تک پہنچتی ہے کہ اگر کسی چیز پر اثر انداز ہونا مقصود ہو تو محض تصور ہی کے ذریعے اس میں اثر پیدا ہونے لگتا ہے۔ اس عمل کا ایک ادنیٰ سا حصہ ان اصولوں سے مشابہت رکھتا ہے جنہیں آج کے دور میں علم مقناطیسی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ شغل نظری و بصری کی کئی اقسام صوفیانہ روایت میں بیان کی گئی ہیں جن میں نمایاں یہ ہیں۔

(1) شغل آفتاب (2) شغل ماہتاب (3) شغل مقاما محموداً (4) شغل سلطانا نصیرا (5) شغل روحی [9]

صوفیاء کرام کے تربیتی نظام سے متعلق مشاغل میں سیرت طیبہ ﷺ

وہ اشغال جن کے ذریعے سے صوفیاء تربیت کرتے ہیں وہ تین اقسام میں منقسم ہیں۔

(1) مجاہدہ (2) محاسبہ (3) مشارطہ

ان میں ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مجاہدہ

صوفیاء کے نزدیک مجاہدہ سے مراد وہ روحانی ریاضات اور عملی مشقیں ہیں جن کے ذریعے سالک اپنی ذات کو پاکیزہ بناتا اور قربِ الٰہی کے مدارج طے کرتا ہے۔ یہ جدوجہد محض دنیاوی ترقی تک محدود نہیں بلکہ آخرت بھی نجات اور روحانی کمال کے حصول کے لیے بھی بنیادی حیثیت رکھتی ہے صوفیا کے تربیتی نظام میں مجاہدہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ سالک راہ حق میں آنے والی نفسانی خواہشات، خارجی رکاوٹوں اور دینی مشکلات کا صبر و استقامت کے ساتھ مقابلہ کرے۔ یوں مجاہدہ سالک کے باطن کو مضبوط بناتا ہے اور اسے روحانی ارتقا کی اعلیٰ منزل تک پہنچاتا ہے۔

لغت میں مجاہدہ کا مفہوم

لفظ جہاد اپنی اصل کے اعتبار سے مادہ "ج، ہ، د" سے ماخذ ہے اس کا استعمال دو صورتوں میں ملتا ہے جیم کی زیر کے ساتھ جہاد اور جیم کی پیش کے ساتھ جو یہ ایک کثیر المعانی اصطلاح ہے جس کے لغوی مفاہیم میں شدید محنت سخت مشقت بھرپور سعی، کاوش طاقت و استطاعت کا اظہار اور مسلسل جدوجہد شامل ہیں۔ امام ابن فارس کے مطابق لفظ جہد اپنی اصل میں سخت محنت اور کڑی مشقت کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور بعد میں اس کا استعمال ان تمام مفاہیم کے لیے ہونے لگا جو اسی دائرہ میں

---

9. قلندری، گل حسن، سید، مرآۃ الوحدت، ص 573-572

Qalandri, Syed Gul Hasan, *Mirat-ul-Wahdat*, pp.572–573

معنی میں سے تعلق رکھتے ہیں۔[10] امام ابو منصور محمد بن احمد الازہری امام اللغت امام اللیث سمرقندی کا قول نقل کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ جب یہ لفظ فتح کے ساتھ استعمال ہو تو اس سے مراد وہ کیفیت ہے جو انسان کو تھکاوٹ اور غفلت میں مبتلا کردے خواب وہ کسی بیماری کی صورت میں ہو یا کسی مشقت شکل میں مزید برآں لغوی نقطہ نظر سے جہد کا ایک مفہوم قلیل متاع یا محدود وسائل بھی بیان کیا گیا ہے جس پر کوئی محتاج بڑی دشواری کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کرتا ہے۔[11] قرآن مجید میں اس معنی کی تائید ملتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے(وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ)[12] بعض افراد اپنی انتھک محنت اور مسلسل جدوجہد کے سوا زیادہ وسیلے پر قادر نہیں ہوتے۔

لسان العرب میں لفظ جہاد کی وضاحت کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہوتے ہیں:اَلْجِهَادُ مُحَارَبَةُ الْأَعْدَاءِ[13] الجہاد سے مراد مخالف طاقتور کے ساتھ مسلح جدوجہد کرنا۔ صوفیا کے نزدیک انسان کا سب سے بڑا باطنی دشمن اس کا نفس ہے لہذا نفس کے خلاف جدوجہد کو بھی مجاہدہ قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں احادیث مبارکہ میں وضاحت ملتی ہے کہ حقیقی جہاد وہ ہے جو اللہ کے راستے میں خلوص نیت کے ساتھ کیا جائے مزید برآں فتح مکہ کے بعد یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اب کوئی ہجرت باقی نہیں رہی بلکہ جہاد اور نیت ہی اصل معیار ہیں۔[14] صوفی محققین نے مجاہدہ کی تعریف کے مختلف انداز بیان کیے ہیں ڈاکٹر رفیق

---

[10] ۔رازی، احمد بن فارس، ابو الحسین، معجم مقاییس اللغۃ، دار الفکر، بیروت، 1997ء، ج1، ص486

Razi, Ahmad bin Faris, Abu al-Husayn, *Mu'jam Maqayis al-Lughah*, Dar al-Fikr, Beirut, 1997, Vol.1, p.486

[11] ۔الازہری، محمد بن احمد، تہذیب اللغۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 2001ء، ج6، ص26

Al-Azhari, Muhammad bin Ahmad, *Tahdhib al-Lughah*, Dar Ihya al-Turath al-Arabi, Beirut, 2001, Vol.6, p.26

[12] ۔توبہ 79:9

Surah Taubah 9:79

[13] ۔افریقی، محمد بن مکرم، ابو الفضل، لسان العرب، دار صادر بیروت، 1414ھ، ج3، ص135

Afriki, Muhammad bin Mukarram, Abu al-Fadl, *Lisan al-Arab*, Dar Sadir, Beirut, 1414H, Vol.3, p.135

[14] ۔شیبانی، احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، (رقم الحدیث 1991) مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء، ج3، ص448

Shaybani, Ahmad bin Muhammad bin Hanbal, *Musnad Ahmad bin Hanbal*, Hadith No.1991, Muassasat al-Risalah, 2001, Vol.3, p.448

العجم کے مطابق مجاہدہ کی احساس خواہشات نفس کی مخالفت پر مبنی ہے۔[15] مصطفی عبد الرزاق کے نزدیک محنت اور مجاہدہ مرید کے لیے بنیادی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔[16] جبکہ رسالہ قشیریہ کے مطابق مجاہدہ کی اصل یہ ہے کہ سالک اپنے نفس کو ان امور سے باز رکھے جن کی عادت اور رغبت اس میں راسخ ہو چکی ہے اور اسے عموماً خواہشات نفس کے خلاف اعمال کی طرف مائل کرے۔[17]

اشغال صوفیاء میں سیرت طیبہ سے استفادہ: مجاہدہ

قرآن مجید فرقان حمید میں متعدد مقامات پر اللہ رب العالمین نے مجاہدے کا ذکر فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے(وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ)[18] جو شخص راہ حق میں جدوجہد کرتا ہے دراصل وہ اپنے فائدے اور کمال کے لیے کوشاں ہوتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کی اطاعت، سعی اور مجاہدہ سے بے نیاز ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا(وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ)[19] جو افراد ہماری رضا کی خاطر جہاد و مجاہدہ میں مصروف رہتے ہیں ہم انہیں اپنی جانب آنے والے راستوں کی ہدایت بخشتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ اہل احسان کو اپنی خصوصی معیت سے نوازتا ہے۔ آقا ﷺ نے مجاہدہ کی وضاحت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

15۔ العجم، رفیق، ڈاکٹر، موسوعۃ مصطلحات تصوف الاسلامی، بیروت، لبنان، 1999ء، ص830

Al-Ajam, Dr. Rafiq, *Mawsu'at Mustalahat al-Tasawwuf al-Islami*, Beirut, Lebanon, 1999, p.830

16۔ کاشانی، عبد الرزاق، امام، التصوف، دار المنار، قاہرہ، 1992ء، ص726

Kashani, Imam Abdul Razzaq, *Al-Tasawwuf*, Dar al-Manar, Cairo, 1992, p.726

17۔ قشیری، عبد الکریم بن ہوازن، ابو القاسم، رسالہ قشیریہ، دار الفکر، بیروت، س۔ن، لبنان، ص1

Qushayri, Abdul Karim bin Hawazin, Abu al-Qasim, *Risalah Qushayriyah*, Dar al-Fikr, Beirut, n.d., p.1

18۔ العنکبوت 6:29

Surah Al-Ankabut 29:6

19۔ العنکبوت 69:29

Surah Al-Ankabut 29:69

((وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الذُّنُوبَ وَالْخَطَايَا))-[20]وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے اپنے نفس کی خواہشات کو قابو میں رکھے اور مہاجر وہ ہے جو گناہوں اور خطاؤں کو ترک کر دے۔ اور ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافی ہے اس انسان کے لیے جو اس کی راہ میں جدوجہد اختیار کرے۔[21] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدہ کی وضاحت یوں فرمائی کہ حقیقی مجاہد وہ وہی ہے جو اپنے نفس اور خواہشات کے خلاف جہاد کرے۔[22]

مجاہدے کی مختلف صورتوں میں سیرت طیبہ سے استفادہ

اب ہم یہاں پر مجاہدہ کے اجزاء کا سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی مختصر جائزہ لیں گے۔ صوفیا کرام نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کرتے ہوئے مجاہدے کے متعدد صورتیں بیان کی ہیں ان میں بنیادی طور پر کھانے میں اعتدال اور کمی جسے "قلت طعام" نیند میں کمی "قلت منام" اور غیر ضروری گفتگو سے جناب "قلت کلام" شامل ہے اس طرح میل جول میں "قلت اختلاط" ہے اور بلاضرورت مال جمع کرنے سے پرہیز "قلت مال وانعام" کو بھی مجاہدے کی اقسام میں شمار کیا گیا ہے۔

قلت طعام: قلت طعام سے مراد کم کھانا، تاکہ زیادہ کھانا شہوت کو زیادہ نہ کرے اور میانہ روی سے کھانے کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کھاؤ اور پیو اور اسراف سے اجتناب کرو بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔[23] نبی

---

[20]۔ مروزی، عبداللہ بن مبارک، الزہد والرقائق، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س۔ن، ج1، ص284

Marwazi, Abdullah bin Mubarak, *Al-Zuhd wal-Raqa'iq*, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, n.d., Vol.1, p.284

[21]۔ خراسانی، سعید بن منصور، سنن سعید بن منصور، الدار السلفیہ، الہند، 1982، ج2، ص153

Khurasani, Saeed bin Mansur, *Sunan Saeed bin Mansur*, Al-Dar al-Salafiyyah, India, 1982, Vol.2, p.153

[22]۔ تمیمی، محمد بن حیان بن احمد، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1998ء، ج4، ص165

Tamimi, Muhammad bin Hibban, *Al-Ihsan fi Taqrib Sahih Ibn Hibban*, Muassasat al-Risalah, Beirut, 1998, Vol.4, p.165

[23]۔ الاعراف 31:6

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کھانے میں اعتدال کرتا ہے اور اس کا پیٹ ایک ہی آنت سے بھر جاتا ہے جب کہ کافر اپنی بھوک مٹانے کے لیے اپنے پیٹ کو سات آنتوں سے بھرتا ہے۔[24]

قلت منام: منام نوم سے جس کا معنی ہے سونا، اور قلت سے مراد کم ہونا ہے۔ اس سے مراد یہ کہ صوفیاء کرام کے اشغال میں یہ شامل تھا کہ وہ سالک کو اس بات کا پابند کرتے کہ وہ کم سوئے۔ اگر ہم سیرت طیبہ سے استفادہ کرتے ہیں تو قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے نبی ﷺ آپ رات کے کچھ حصے میں عبادت کیا کریں، آدھی رات یا پھر اس سے کم۔[25] مفسرین کے مطابق آپ ﷺ صحابہ کرام عملاً انہی اوقات میں عبادت و قیام کیا کرتے تھے جن کا ذکر آیات میں آیا ہے رمضان المبارک کے دوران لمحات کی پابندی رہنما مزید بڑھ جاتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں اپنی رحمت و حکمت کے تحت اس حکم میں آسانی اور تخفیف عطا فرمادی۔[26]

قلت کلام: صوفیاء کے ہاں مجاہدے کی ایک اہم صورت قلت کلام بھی ہے۔ اس سے مراد غیر ضروری گفتگو سے پرہیز اور زبان کو ذکر الٰہی تک محدود رکھنا ہے۔ صوفیاء کرام اس عمل میں سیرت النبی ﷺ سے استفادہ کرتے ہوئے کم گوئی کو روحانی یکسوئی، قلبی سکون اور باطنی خشوع کے لیے ایک مؤثر ذریعہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ کثرت کلام سالک کے باطن میں توجہ کی پراگندگی کا سامان بنتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید فرقان حمید میں کہ اللہ نے نگہبان مقرر کر رکھا ہے انسان جو بولتا ہے اس کے لیے۔[27] آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا میں ضمانت دیتا ہوں اس فرد کو جنت کی جو مجھے ضمانت ان دو چیزوں کی جو دو

Surah Al-A‘raf 7:31

[24]۔ الاصبہانی، احمد بن عبد اللہ بن احمد، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1409ھ، ج2، ص 351

Al-Asbahani, Ahmad bin Abdullah, *Hilyat al-Awliya wa Tabaqat al-Asfiya*, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, 1409H, Vol.2, p.351

[25]۔ مزمل 2:72

Surah Muzammil 73:2

[26]۔ آملی، محمد بن یزید بن جریر بن کثیر، تفسیر طبری، دار الہجر للطباعۃ والتوزیع والاعلان، 2001ء، ج23، ص358

Tabari, Muhammad bin Jarir, *Tafsir al-Tabari*, Dar al-Hijr, 2001, Vol.23, p.358

[27]۔ ق 18:50

Surah Qaf 50:18

جبڑوں کے درمیان ہے(یعنی زبان) اور اس کی جو دورانوں کے درمیان ہے اس کی (یعنی شرمگاہ)۔[28] یہ حدیث مبارکہ دراصل اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ انسانی کردار کی بنیاد دو اہم پہلوؤں پر استوار ہے۔ اول، گفتار میں ضبط اور احتیاط۔ دوم، شہوانی جذبات پر قابو۔ ان دونوں کی حفاظت ہی حقیقی تقویٰ اور اخروی فلاح کی ضامن ہے۔

اعتزال عن الخلق: صوفیانہ تربیت میں "اعتزال عن الخلق" سے مراد لوگوں کے ساتھ غیر ضروری میل جول اور بے فائدہ اختلاط سے گریز ہے۔ اس تصور کا مقصد یہ نہیں کہ انسان معاشرتی ذمہ داریوں یا شرعی حقوق و فرائض سے منہ موڑ لے۔ بلکہ اصل مدعا یہ ہے کہ بندہ فضول مجلسوں، بے مقصد گفتگو اور غیر ضروری تعلقات سے اجتناب کرے تاکہ دل و دماغ کو ذکر الٰہی اور روحانی ارتقاء کے لیے یکسو بنایا جا سکے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے(وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا)[29]۔ اور اپنے رب کے نام کا ذکر کثرت سے کریں اور اپنی توجہ کو مخلوق سے ختم کر کے میری طرف کریں۔ قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ آقا ﷺ کی خلوت نشین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آقا ﷺ لوگوں سے الگ ہو کر اپنے رب کی عبادت کے لیے حراء کی غار میں خلوت نشینی اختیار فرمائی حتیٰ کہ غار حراء میں حق (یعنی قرآن) آ گیا۔[30]

مجاہدہ

مجاہدہ کی اصطلاح لغوی اور اصطلاحی دونوں پہلوؤں سے دشمن کے خلاف جدوجہد اور جنگ کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ تاہم صوفیاء کرام کے نزدیک حقیقی دشمن انسان کا اپنا نفس ہے چنانچہ وہ نفس کے خلاف جہاد کو ہی اصلی مجاہدہ قرار دیتے ہیں۔ صوفیانہ تربیت میں مجاہدہ کی مختلف اقسام بیان کی گئی ہیں جس جیسے قلت طعام، قلت کلام، قلت اعتزال عن الخلق اور

---

[28]۔ زنجویہ، حمید بن مخلد بن قتیبہ، الاموال لابن زنجویہ، مرکز الملک فیصل والدراسات الاسلامیہ، سعودیہ، 1986ء، ج3، ص1114

Zanjawayh, Hamid bin Makhlad, *Al-Amwal li Ibn Zanjawayh*, Saudi Arabia, 1986, Vol.3, p.1114

[29]۔ مزمل 73:8

Surah Muzammil 73:8

[30]۔ مظہری، ثناءاللہ، قاضی، تفسیر مظہری، مکتبہ رشیدیہ، پاکستان، 1412ھ، ج10، ص300

Mazhari, Qazi Sanaullah, *Tafsir Mazhari*, Maktaba Rashidiya, 1412H, Vol.10, p.300

غیر اختیاری مجاہدہ وغیرہ۔ ان تمام کی بنیادیں براہ راست سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماخوذ ہیں اور صوفیا کرام سالک کی تربیت میں انہی سے استفادہ کرتے ہیں۔ صوفیائے کرام نے مجاہدہ کے مقاصد متعین کرتے ہوئے انہیں جنت کے حصول کا ذریعہ قرار دیا جو کہ سیرت النبی ﷺ میں بھی مجاہدہ کا بنیادی مقصد ہے۔ اس تناظر میں یہ امر واضح ہوتا ہے کہ مجاہدہ کی حقیقت اس کے طریقہ کار اور مقاصد سبھی کچھ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستنبط ہیں اور انہی استفادہ کرتے ہوئے صوفیاء نے اپنی تربیتی نظام کو مرتب کیا ہے۔

محاسبہ کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ

ابن مکرم افریقی محاسبہ کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محاسبہ کا لفظ الحاسبہ سے نکلا ہے۔ کسی قوم میں محاسبہ کرنے والے کو حسب اور حساب کہتے ہیں۔ مزید بر آں محسوب کا اطلاق اس شئ پر ہوتا ہے جو گنی جاچکی ہو یعنی یہ لفظ اپنی اصل معنویت میں شمار شدہ چیز کے لیے آتا ہے۔[31] صوفیاء کرام نے بھی محاسبہ کے تصور کو اسی مفہوم استعمال کیا ہے۔ لغوی ماخذات مثلاً تاج العروس میں محاسبہ کی دلالت کی وضاحت ملتی ہے((وَقَدْ يَكُونُ الحِسَابُ مَصْدَرَ المُحَاسَبَةِ، عَنْ مَكِّيٍّ، وَيُفْهَمُ مِنْ عِبَارَةِ ثَعْلَبٍ أَنَّهُ اسْمُ مَصْدَرٍ[32] وقوله تعالى وَاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ))[33] جبکہ قران مجید میں بھی اس تصور کی تائید موجود ہے صوفیا کے نزدیک محاسبہ کا بنیادی مفہوم یہی ہے کہ انسان اپنے نفس کا باقاعدہ حساب لے اور اپنے اعمال کی جانچ پڑتال کرے۔ تو وہ اس کو اس کو سمجھنے کی ابن عبد اللہ مکیؒ محاسبہ کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں کہ یہ دراصل انسان کے گناہوں اور نیکیوں کے درمیان موازنہ کرنے کا عمل ہے۔[34] اور امام محمد غزالیؒ اس تصور کی مزید

---

[31] ۔ انصاری، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1414ھ، ج1، ص314

Ansari, Muhammad bin Mukarram, *Lisan al-Arab*, Dar Sadir, Beirut, 1414H, Vol.1, p.314

[32] ۔ زبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق، مرتضیٰ، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الھدیہ، س۔ن، ج2، ص26

Zabidi, Muhammad bin Muhammad bin Abdul Razzaq, *Taj al-Arus*, Dar al-Hidayah, Vol.2, p.268

[33] ۔ البقرۃ 202:

Surah Al-Baqarah 2:202

[34] ۔ مکی، صالح بن عبد اللہ،، نضرۃ النعیم فی اخلاق رسول الکریم ﷺ، دار الوسیلہ للنشر والتوزیع، جدہ، س۔ن،، ج8، ص3320

وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محاسبہ گویا اصل سرمایہ اور اس کے نفع و نقصان کے حساب کی مانند ہے اور یہ سارا معاملہ آئندہ اعمال کی زیرِ نگرانی اور اصلاح کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔[35] محاسبہ کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ انسان اپنے گزرے ہوئے اعمال پر مسلسل نظر رکھے اور ان کا جائزہ لیتا رہے۔ امام غزالی کیمیائے سعادت میں اس امر کی تلقین کرتے ہوئے کرتے ہیں کہ انسان ہر شب سونے سے قبل اپنے دن بھر کے اعمال کا محاسبہ کرے تاکہ اصلاحِ نفس کی راہ ہموار ہو سکے۔[36] امام حارث المحاسبی کے نزدیک اوقات کے ضیا پر اپنے نفس کو ملامت کرنا دراصل محاسبہ ہی کی ایک صورت ہے۔[37] اسی نوعیت کی فکر علامہ ابن عربی سے منقول ہے جن کے بارے میں فیض القدیر میں مذکور ہے کہ وہ اپنے اقوال و افعال کو باقاعدہ طور پر تحریری طور پر محفوظ کرتے تھے تاکہ جائزہ اور اصلاح کا عمل جاری رہ سکے۔[38]

اشغالِ صوفیاء میں سیرتِ طیبہ سے استفادہ: محاسبہ

(وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ)[39] ابو منصور ماتریدی درذیل آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اپنے آپ کو نیکی طرف لگانا اور برائی سے روکنا اور اس میں نیک لوگوں کے لیے بخشش اور بدکاروں کے لیے وعید

Makki, Salih bin Abdullah, *Nazrat al-Na'im fi Akhlaq al-Rasul al-Karim*, Dar al-Wasilah, Jeddah, Vol.8, p.3320

[35] ۔ غزالی، محمد بن محمد، ابو محمد، احیاء العلوم، دار المعرفہ، بیروت، س۔ن، ج4، ص405

Ghazali, Muhammad bin Muhammad, *Ihya Ulum al-Din*, Dar al-Ma'rifah, Beirut, Vol.4, p.405

[36] ۔ غزالی، محمد بن محمد، کیمیائے سعادت، بکوشش حسین خدیوم، تہران، ص324

Ghazali, Muhammad bin Muhammad, *Kimiya-e-Sa'adat*, Tehran, p.324

[37] ۔ محاسبی، حارث بن اسد، رسالۃ المسترشدین، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، 1983، ص45

Muhasibi, Harith bin Asad, *Risalat al-Mustarshidin*, Halab, 1983, p.45

[38] ۔ مناوی، زین الدین محمد عبد الرؤف، حافظ، فیض القدیر شرح جامع الصغیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، س۔ن، ج5، ص86

Munawi, Zayn al-Din Muhammad Abdul Ra'uf, *Fayd al-Qadir*, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, Vol.5, p.86

[39] ۔ البقرۃ2:253

Surah Al-Baqarah 2:253

ہے۔[40] (وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ)[41]-اور تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان اور جانتے ہیں ہم جو خیال آتا ہے اس کے دل میں۔ تفسیر خازن میں مفسر لکھتے ہیں کہ انسان جو کچھ بھی چھپاتا ہے اللہ اس کے ہر راز سے واقف ہے۔[42] گزری ہوئی زندگی میں انسان جو اعمال کرتا ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ)[43]- تفسیر قرطبی میں اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس آیت میں ان اعمال کا ذکر ہے جو قیامت کے دن ہمارے اعمال کا حصہ ہوں گے۔[44] آقا ﷺ محاسبہ کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جب اللہ عزوجل اپنے بندے کے لیے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے نفس کو نیک راہ پر ڈال دیتا ہے، چنانچہ وہ نفس اسے نیکی کی ترغیب دیتا ہے اور برائی سے باز رکھتا ہے۔[45] شداد بن اوس سے اسی مضمون کی روایت منقول ہے کہ انسان کو چاہیے کہ مرنے سے پہلے اپنا محاسبہ کرے اور اپنے نفس کی خواہشات کا علاج کرلے۔[46] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری خطبے

---

[40] ۔ماتریدی، محمد بن محمد بن محمود، تفسیر الماتریدی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2005ء، ج2، ص194

Maturidi, Muhammad bin Muhammad, *Tafsir al-Maturidi*, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, 2005, Vol.2, p.194

[41] ۔ق16:50

Surah Qaf 50:16

[42] ۔خازن، علاء الدین علی بن محمد، لباب التاویل فی معانی التنزیل، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ، ج4، ص187

Khazin, Alauddin Ali bin Muhammad, *Lubab al-Ta'wil*, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, 1415H, Vol.4, p.187

[43] ۔الحشر18:59

Surah Al-Hashr 59:18

[44] ۔قرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، تفسیر قرطبی، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، 1964ء، ج18، ص43

Qurtubi, Muhammad bin Ahmad, *Tafsir al-Qurtubi*, Dar al-Kutub al-Misriyyah, Cairo, 1964, Vol.18, p.43

[45] ۔ہندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، کنز العمال، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1981ء، ج11، ص95

Hindi, Alauddin Ali bin Husamuddin, *Kanz al-Ummal*, Muassasat al-Risalah, Beirut, 1981, Vol.11, p.95

[46] ۔شامی، سلمان بن احمد بن ایوب، مسند الشامیین، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1984ء، ج4، ص339

Shami, Salman bin Ahmad, *Musnad al-Shamiyyin*, Muassasat al-Risalah, Beirut, 1984, Vol.4, p.339

میں بھی اس موضوع پر نہایت جامع انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ اگر ماضی میں کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس پر ندامت اور اسے اجتناب اختیار کرنا بھی محاسبہ بھی ہی ایک صورت ہے جسے اصطلاح میں توبہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ اپ معصوم عن الخطا تھے امت کی تعلیم و تربیت کے لیے اپ کا طرز عمل یہی تھا کہ اپ کثرت سے توبہ استغفار فرماتے حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے توبہ کرو بے شک میں خود بھی ہر روز سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔[47] یہ طرز عمل دراصل اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ محاسبہ اور توبہ کا عمل انسان کی اصلاح باطن اور روحانی ارتقاء کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے

سیرت طیبہ ﷺ میں نیت کی درستی کو محاسبہ نفس کا بنیادی عنصر قرار دیا گیا ہے۔ ہر عمل میں اللہ تعالی کی رضا کو پیش نظر رکھنا خواہ وہ زکوۃ کی ادائیگی ہو ذکر الہی بھوکے کو کھانا کھلانا یا راہ خدا میں مال سرف کرنا ہے دراصل نیت کی اصلاح کا مظہر ہے۔ علامہ آلوسی بغدادی زکوۃ کی ادائیگی، ذکر الہی، بھوکوں کو کھانا کھلانا اور راہ خدا میں مال کو خرچ کرنے جیسے اعمال کی تعبیرات کی توضیح کرتے ہوئے اس حقیقت کی طرف رہنمائی فرمائی ہے کہ بندے کے اعمال کی اصل قدر نیت کی صفائی اور اخلاص میں مضمر ہے۔[48] جب انسان اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کا خوگر ہو جاتا ہے تو وہ کسی بھی عمل سے قبل اپنی نیت کا جائزہ لیتا ہے اور اگر اس میں ادنیٰ سی کھوٹ پائی جائے تو فوراً اس کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے احادیث نبویہ میں بھی اس کی حقیقت پر زور دیا گیا ہے کہ اعمال کی قبولیت کا انحصار نیت پر ہے۔ امام عبد اللہ ابن مبارک نے اپنی تصنیف الزہد ور قائق میں وجہ اللہ کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ نیت کی خلوصیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر عمل صرف اللہ تعالی کی خوشنودی کے لیے انجام

---

[47] ۔ قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج4، ص2075

Muslim bin Hajjaj, *Sahih Muslim*, Dar Ihya al-Turath al-Arabi, Beirut, Vol.4, p.207

[48] ۔ آلوسی، سید محمود بن عبد اللہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج4، ص151

Alusi, Sayyid Mahmood bin Abdullah, *Ruh al-Ma'ani*, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, Vol.4, p.151

دیا جائے یہی کیفیت اخلاص کہلاتی ہے۔[49] چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے پس خالص ہو کر اللہ کی عبادت کرو اور اپنے دین کو اسی کے لیے خاص کر دو۔[50]

علامہ ابن کثیر اس سے آیت کی تفسیر میں وضاحت کرتے ہیں کہ بندے کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی عبادت محض اللہ تعالی کی رضا کے لیے انجام دے اس میں ریاکاری اور شرک کا کوئی دخل نہ ہو۔[51] محاسبے کے تصور کا ایک پہلو یہ ہے کہ انسان اپنی طرز عمل کو اس معیار پر رکھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی کمال کے لیے مقرر فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔[52] ملا علی قاری شرح مشکاۃ میں نقل کرتے ہیں کہ ربیع بن خیثم روزانہ اپنے اعمال کا تحریری محاسبہ کیا کرتے تھے۔[53] اسی طرح اشرف المصطفی میں روایت ہے کہ حضرت عمر رات کو سونے سے قبل اپنے دن بھر کے اعمال کا جائزہ لیتے تھے۔[54] تحقیق کی فکری اعتبار سے محاسبہ دراصل ایک باطنی و اخلاقی نظم تربیت ہے جو انسان کو نیت کی اصلاح کردار کی درستگی اور عمل کی خلوص پر آمادہ کرتا ہے اس کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ بندہ ہمیشہ اس دن کو یاد رکھے۔ جب قیامت میں ہر عمل کا حساب اللہ تعالی کے حضور پیش کیا جائے گا یہی تصور انسان کو دنیاوی زندگی میں خود احتسابی اخلاص اور تقوی کی راہ پر استقامت بخشتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی

49۔ مروزی، عبد اللہ بن مبارک، الزہد والرقائق، دار لکتب العلمیہ، بیروت، س۔ن، ج2، ص11

Marwazi, Abdullah bin Mubarak, *Al-Zuhd wal-Raqa'iq*, Vol.2, p.11

50۔ زمر 6:39

Surah Az-Zumar 39:6

51۔ دمشقی، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1419ھ، ج7، ص74

Dimashqi, Ismail bin Umar, *Tafsir al-Qur'an al-Azim*, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, 1419H, Vol.7, p.74

52۔ نسائی، علی بن احمد بن شعیب، المجتبی من السنن، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، 1986ء، ج8، ص115

Nasai, Ahmad bin Shu'ayb, *Al-Mujtaba min al-Sunan*, Halab, 1986, Vol.8, p.115

53۔ قاری، علی بن سلطان، ملا، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، دار الفکر، بیروت، 1422ھ، ج7، ص3041

Mulla Ali Qari, *Mirqat al-Mafatih*, Dar al-Fikr, Beirut, 1422H, Vol.7, p.3041

54۔ خرکوشی، عبد الملک بن محمد، شرف المصطفی، دار البشائر الاسلامیہ، مکہ، 1424ھ، ج5، ص448

Kharkushi, Abdul Malik bin Muhammad, *Sharaf al-Mustafa*, Makkah, 1424H, Vol.5, p.448

عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا اللہ تعالی آپ کو مسلمانوں کے لیے برکت عطا فرمائے۔ آپ ﷺ مجھے کسی نیکی کے کام میں اپنے ساتھ مخصوص فرمالیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم وصیت چاہتے ہو۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی اس لیے عرض کیا جی ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا جب کسی کام کا ارادہ کرو تو اس کے انجام پر غور اور تدبر کر اگر وہ نیک اور درست ہو تو اس سے انجام دو اگر برا ہو تو برائی پر مبنی ہو تو اسے چھوڑ دو۔[55] نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے محاسبہ نفس کا ایک اہم پہلو نمایاں ہوتا ہے کہ انسان اپنے اعمال بارادوں پر غور اور فکر کریں انجام کو مدنظر رکھیں اور خیر و شعار میں امتیاز قائم کرے۔ صوفیا کرام کے نزدیک محاسبہ نفس محض ایک روحانی مشق نہیں بلکہ آخرت میں بھی نجات کا اہم ذریعہ ہے۔ ان کے مطابق جو شخص دنیا میں اپنے اعمال کا باقاعدہ محاسبہ کرنے کا عادی ہو جاتا ہے قیامت کے دن اس کے لیے حساب و کتاب نہایت اسان کر دیا جاتا ہے۔ اہل تصوف سیرت طیبہ سے استفادہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے درج ذیل ارشاد کو اس مفہوم کی بنیاد قرار دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن آسان ترین حساب ان لوگوں کا ہو گا جنہوں نے دنیا میں اپنے نفس کا احتساب کیا اور سخت ترین حساب ان کا ہو گا جنہوں نے دنیا میں اپنا محاسبہ نہیں کیا۔[56] یہ بیان واضح کرتا ہے کہ صوفیانہ نقطہ نظر میں محاسبہ محض اصلاح نفس کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک ایسی تربیت اور کیفیت ہے جو انسان کو آخرت کی جواب دہی کے لیے تیار کرتی ہے چنانچہ اہل تصوف کے نزدیک دنیا میں خود احتسابی دراصل آخرت کے ساتھ محاسبے سے نجات کی تمہید ہے۔

مشارطہ

---

[55]۔ ابن مبارک، عبداللہ، الزہد والرقائق، ج1، ص14

Ibn Mubarak, Abdullah, *Al-Zuhd wal-Raqa'iq*, Vol.1, p.14

[56]۔ دینوری، احمد بن مروان، المجالسۃ وجواہر العلم، دار ابن حزم، بیروت 1419ھ، ج4، ص384

Dinawari, Ahmad bin Marwan, *Al-Mujalasah wa Jawhar al-Ilm*, Beirut, 1419H, Vol.4, p.384

صوفیانہ تربیت کے نظام میں مشارطہ مراقبہ اور محاسبہ جیسے سوال بنیادی روحانی منازل میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ اعمال محض تصوف کی اختراعات نہیں بلکہ سیرت نبوی سے ماخذ اخلاقی و روحانی اصولوں کی عملی صورت ہے۔ صوفیاء کرام نے سیرت طیبہ ﷺ سے استفادہ کرتے ہوئے ان اشغال کو اس انداز میں ترتیب دیا ہے کہ بندہ اپنے ظاہر و باطن دونوں کو اس کی اصلاح کر سکے۔ چنانچہ مشارطہ کا مفہوم یہ ہے کہ سالک صبح کے وقت اپنے نفس میں تاکید اور عہد کرے کہ آج کے دن وہ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں بسر کرے گا اور ہر عمل سے بچے گا جو معصیت یا غفلت کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کی بنیاد نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے لی گئی ہے آپ کے دن کے آغاز میں اللہ تعالی سے استقامت عمل کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

مشارطہ کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ

جمال الدین قاسمی مشارطہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں مشارطہ کا آغاز سو کر اٹھ جانے کے بعد ہوتا ہے۔[57] مرتضیٰ زبیدی مشارطہ کا معنی ذکر کرتے ہیں مشارطہ سے مراد دوست سے کسی بات پر شرط لگانا۔[58] اسی ڈاکٹر سعدی مشارطہ کا معنی و مفہوم کی اصطلاح بیان کرتے ہیں یوں زینت قرطاس کرتے ہیں مشارطہ سے مراد شرط لگانا ہے جیسے کوئی طبیب سے اس بات پر شرط لگائے کہ مریض ٹھیک ہو گا، استاد سے اس بات پر شرط لگائے کہ طالب علم کو سبق یاد ہو گا اور بھاگنے والے ملازم کے بارے میں شرط لگائے کہ وہ نہیں بھاگے گا۔[59] صوفیاء بھی مشارطہ کو اسی معنی میں لیتے ہیں انسان اپنے آپ سے شرط لگائے کہ آج وہ کوئی بھی ایسا کام نہیں کرے گا جس میں اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی کا سبب ہو۔

---

[57]۔ قاسمی، محمد جمال الدین، موعظۃ المؤمنین من احیاء علوم الدین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1995ء، ج1، ص305

Qasimi, Muhammad Jamaluddin, *Mau'izat al-Mu'minin*, Beirut, 1995, Vol.1, p.305

[58]۔ زبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق، تاج العروس من جواہر القاموس، ج19، ص41

Zabidi, *Taj al-Arus*, Vol.19, p.41

[59]۔ سعدی ابو حبیب، ڈاکٹر، القاموس الفقہی، دار الفکر دمشق، سوریہ، 1988ء، ج1، ص63

Dr. Sa'di Abu Habib, *Al-Qamus al-Fiqhi*, Damascus, 1988, Vol.1, p.63

اشغال صوفیاء میں سیرت طیبہ سے استفادہ: مشارطہ

اس حوالے صوفیا کے نظام میں مشارطہ کو خاص اہمیت حاصل ہے جو اس دراصل سیرت طیبہ اور قرآنی تعلیمات سے ماخوذ ایک روحانی اصول ہے صوفیائے کرام نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اسوہء حسنہ سے استفادہ کرتے ہوئے نفس کی اصلاح اور ارادے کی مضبوطی کے لیے مشارطہ کو روزمرہ روحانی معمول کا حصہ بنایا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ سالک دن کے آغاز میں اپنے نفس سے عہد کرے کہ وہ صرف اللہ تعالی کی اطاعت میں زندگی گزارے گا اور خواہشات نفس کی پیروی سے اجتناب کرے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے نفس امارہ کی تباہ کاریوں کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا(أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً)[60] کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا تو اللہ تعالی نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اس کے دل پر مہر لگادی اور اس کی سماعت وبصارت پر پردہ ڈال دیا۔ یہ آیت اس بات کی بنیاد فراہم کرتی ہے کہ مشارطہ دراصل انسان کے نفس کو قابو میں رکھنے اور اس کی سرکشی کو محدود کرنے کا قرآنی طریقہ ہے۔ سیرت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں اس مفہوم کی روشن مثالیں ملتی ہیں۔((رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ بَعْدَ الصُّبْحِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا، وَرِزْقًا طَيِّبًا، وَعَمَلًا مَقْبُولًا))۔[61] نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہر دن کے آغاز پر دعا فرمایا کرتے اے اللہ میں تجھ سے نفع دینے والے علم پاکیزہ رزق اور قبول ہونے والے عمل کا سوال کرتا ہوں اور ایسا عمل جو تیری بارگاہ میں مقبول ہو۔ یہ دعا دراصل اسی روحانی عہد مشارطہ کا عملی مظہر ہے جسے صوفیاء نے اپنی تربیت کا بنیادی اصول بنایا قرآن مجید مزید بیان کرتا ہے کہ (فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ)[62] جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا فرشتوں کو سجدہ

---

[60]۔ جاثیہ 23:45

Surah Al-Jathiyah 45:23

[61]۔ المکی، عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ، مسند الحمیدی، دار السقاء، دمشق، س۔ن، ج1، ص309

Al-Makki, Abdullah bin Zubayr, *Musnad al-Humaydi*, Damascus, Vol.1, p.309

[62]۔ الحجر 15:29

Surah Al-Hijr 15:29

کرنے کا حکم دیا تو ابلیس نے تکبر و حسد کے باعث انکار کیا۔ اور انسان کے ازلی دشمن کا اعلان کرتے ہوئے کہا (قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ)[63] اے میرے رب تیری عزت کی قسم میں ضرور تمام بنی آدم کو گمراہ کروں گا۔ صوفیائے کرام نے اس واقعے سے استفادہ کرتے ہوئے واضح کیا کہ انسان کے اندر حسد بغل اور تکبر جیسی منفی صفات فطری سطح پر موجود ہیں اور ان کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ سالک ہر صبح اپنے نفس کے ساتھ یہ مشارطہ کرے کہ وہ شیطانی وسواس اور نفسانی خواہشات سے محفوظ رہے گا۔ اشغال صوفیاء میں سیرت طیبہ ﷺ سے استفادہ دراصل اسی قرآنی نبوی تعلیم کا تسلسل ہے جس نے انسان کو یہ شعور دیا کہ کامیابی اس کی ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور اپنے ارادے کو اللہ تعالی کی رضا کے تابع کردے یہی وہ روحانی نظام ہے جس نے تصوف کو سیرت النبی ﷺ کے اخلاقی و روحانی سانچے میں ڈالا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمران بن حصین کے والد حضرت حصین کو اسلام قبول کرنے کے موقع پر نفس کی شرارتوں اور گمراہی کے اسباب سے حفاظت کی دعا تعلیم فرمائی۔[64] سیرت طیبہ ﷺ کے اسوہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ سیرت نبوی ﷺ کی تعلیمات میں تزکیہ نفس اور باطنی اصلاح کو مرکزی حیثیت حاصل ہے تاکہ انسان اپنی خواہشات نفس پر قابو پاکر اللہ کی قرب و رضا تک پہنچ سکیں گے۔

اشغال صوفیاء میں مشارطہ

صوفیاء کے نزدیک اشغال روحانی کا ایک بنیادی محور نفس کی تربیت اور اس کی مخالفت ہے اور یہ تصور دراصل سیرت طیبہ سے ماخوذ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں تزکیہ نفس اور خواہشات نفسانی پر قابو پانے کی جو عملی صورتیں ہیں نظر آتی ہیں صوفیا نے انہیں اپنی روحانی تربیت کا ذریعہ بنالیا۔ اہل تصوف کے نزدیک نفس کی سب سے ناپسندیدہ حالت یہ ہے کہ

---

[63]۔ ص 82:38

Surah Sad 38:82

[64]۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ، سنن ترمذی، شرکۃ مکتبہ و مطبعۃ مصطفیٰ البابی المصری، حلب، 1975ء، ج5، ص519

Tirmidhi, Muhammad bin Isa, *Sunan al-Tirmidhi*, Halab, 1975, Vol.5, p.519

انسان خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے دل لگائے۔[65] رسالہ قشیریہؒ میں اس رجحان کو شرک خفی سے تعبیر کیا اور اسے ان اخلاق رذیلہ میں شمار کیا جن سے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو بچنے کی تاکید فرمائی۔[66] حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے فرمایا جو شخص اپنے نفس کا پیروکار بن جائے وہ شیطان کی بندگی میں داخل ہو جاتا ہے۔[67] یہ تعلیم دراصل اس قرآنی ہدایت کا عملی اظہار ہے جس میں انسان کو ہوائے نفس کی پیروی سے منع کیا گیا ہے اور یہی نبی ﷺ کی سنت مبارکہ کا مرکز ہے۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ مکتوبات دو صدی میں نفس کو کفر باطنی کا مظہر قرار دیتے ہیں اور اس کی سرکشی کو انسان کی روحانی تباہی کی جڑ سمجھتے ہیں۔[68] اور یہی باطنی فساد ہے جو نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی تفسیر ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو[69]۔ اسی تسلسل میں وہ ہاروت اور ماروت کے واقعے کو بھی نفس کی شر انگیزی سے تعبیر کرتے ہیں اور انسان کو سیرت نبوی کے اتباع کے ذریعے ان خطرات سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔[70] یہ طرز عمل نبی ﷺ کے زہد و صبر کے اسوہ کی یاد دلاتا ہے۔ اس طرح انوار قدسیہ میں سید علی الصفیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے نفس کی خلاف جہاد کیا وہ فلاح پا گیا۔[71] اور یہ وہی مفہوم ہے جو قرآن میں وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ[72] کے ذریعے بیان

---

[65] ۔ گیلانی خورشید احمد شیخ، روح تصوف، فرید بک سٹال، لاہور، 1981ء، ص284

Gillani, Khurshid Ahmad Sheikh, *Ruh-e-Tasawwuf*, Lahore, 1981, p.284

[66] ۔ قشیری، عبد الکریم بن ہوازن، ابو القاسم، رسالہ قشیریہ، ص93

Qushayri, *Risalah Qushayriyah*, p.93

[67] ۔ میرٹھی، عاشق الٰہی میرٹھی، مواعظ شیخ عبد القادر جیلانی، ادارۃ المعارف، کراچی، س۔ن، 13

Meerathi, Ashiq Ilahi, *Mawaiz Sheikh Abdul Qadir Jilani*, Karachi, p.1

[68] ۔ منیری، شرف الدین، یحییٰ، مکتوبات، دو صدی، مکتبۃ الشرف بیت الشرف، 1413ھ، ص144

Muniri, Sharafuddin Yahya, *Maktubat*, 1413H, p.144

[69] ۔ بتریزی، محمد بن عبد اللہ بن الخطیب، المکتب الاسلامی، بیروت، 1985ء، ج3، ص1403

Tbrizi, Muhammad bin Abdullah bin al-Khatib, 1985, Vol.3, p.1403

[70] ۔ قشریہ، عبد الکریم بن ہوازن، رسالہ قشیریہ، ص15

Qushayri, *Risalah Qushayriyah*, p.15

[71] ۔ شعرانی، عبد الوہاب، علامہ، انوار القدسیہ، مکتبۃ العلمیہ، بیروت، س۔ن، ص69

Sha‘rani, Abdul Wahhab, *Anwar al-Qudsiyyah*, Beirut, p.69

[72] ۔ النازعات 40:79

ہوا۔ شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے نزدیک نفس کی موت صبر، ضبط اور مخالفت سے حاصل ہوتی ہے۔[73] اور یہی وہ مجاہدہ ہے جسے نبی کریم ﷺ نے جہادِ اکبر قرار دیا۔[74] پس معلوم ہوا کہ اشغال صوفیاء میں سیرت نبوی ﷺ سے استفادہ کی بنیاد دراصل مجاہدِ نفس اور اصلاحِ باطن پر قائم ہے جو سیرت طیبہ کا مرکزی سبق ہے۔

الغرض اشغال صوفیا دراصل وہ تربیتی و اصلاحی اعمال ہیں جن کے ذریعے صوفیائے کرام نے انسان کامل کے تصور کو عملی جامہ پہنایا یہ اشغال جیسے کہ مجاہدہ، محاسبہ اور مشارطہ نفس کی تہذیب باطن کی اصلاح روحانی ترقی کے موثر ذرائع کے طور پر صوفیانہ نظام تربیت میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ صوفیائے کرام کے یہ تمام اشکال دراصل نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے براہ راست ماخذ ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی عملی زندگی میں قلت طعام قلت منام قلت کلام اعتزال عن الخلق اور محاسبہ نفس جیسے اوصاف نمایاں طور پر موجود ہیں جو صوفیانہ طرز کی تربیت کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

کوئی نہیں اس تناظر میں کہا جاسکتا ہے کہ اشغال صوفیاء محض ایک روحانی یا نظری سلسلہ نہیں بلکہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تعبیر اور تسلسل ہیں۔ جن کا مقصد انسان کے اخلاقی و روحانی کمال تک پہنچانا ہے اس طرح شغال صوفیا دراصل سیرت طیبہ کے اخلاقی و روحانی اصولوں کا عملی مظہر ہیں۔ جو تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے ذریعے انسان کو قرب الٰہی کی منزل سے آشنا کرتے ہیں۔

یہ مقالہ اشغال صوفیامیں سیرت طیبہ ﷺ سے استفادہ کے موضوع پر مرتب کیا گیا ہے جس میں صوفیا کے تربیتی مشاغل جیسے مجاہدہ، محاسبہ مشارطہ کا مطالعہ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوفیاء کے

Surah An-Nazi'at 79:40

[73] ۔ قادری، عبد الاحد، مولانا، فیوض غوث یزدانی، قادری کتب خانہ، لاہور، 2003ء، ص354

Qadri, Abdul Ahad, *Fuyuz Ghous Yazdani*, Lahore, 2003, p.354

[74] ۔ نیشاپوری، عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1990، ج1، ص54

Nishapuri, Abdullah bin Muhammad, *Al-Mustadrak ala al-Sahihayn*, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, 1990, Vol.1, p.54

تمام اشغال کی بنیاد نبی کریم ﷺ کے طرز عمل پر قائم ہے۔ جنہوں نے قلت طعام قلت منام قلت کلام اور اعتزال عن الخلق جیسے اصولوں کے ذریعے تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کا کامل نمونہ پیش کیا۔ نتیجتاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ اشغال صوفیاء دراصل سیرت طیبہ سے اخذ کردہ عملی و روحانی نظام ہے۔ جن کا مقصد انسان کے اخلاقی و روحانی بلندیوں تک پہنچانا ہے۔

تجاویز

1. موجودہ دور میں تصوف کی اصلاح اصل روح کو زندہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ صوفیانہ مشاغل کو سیرت طیبہ کی روشنی میں از سر نو سمجھا جائے۔ تاکہ روحانی تربیت محض رسوم نہیں بلکہ نبوی عمل کا تسلسل بنے۔
2. تصوف اور سیرت کے مابین فکری ربط پر تحقیقی کام کیا جائے جامعات اور علمی ادارے اس موضوع پر بین المضامینی تحقیق کو فروغ دیں۔ تاکہ اشغال صوفیاء کی اصل بنیادیں واضح ہوں۔
3. مدارس و جامعات میں سیرت طیبہ کے اخلاقی پہلوؤں کے ساتھ مجاہدہ، محاسبہ اور مشارطہ کے اصولوں کو عملی ترتیب تربیت کے طور پر شامل کیا جائے تاکہ طلباء و سالکین میں خود احتسابی اور روحانی شعور پیدا ہو۔
4. تصوف کے اصول خصوصا محاسبہ نفس اور مشارطہ کو جدید نفسیاتی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ جوڑ کر فرد و معاشرہ کی اصلاح میں موثر کردار ادا کیا جاسکتا ہے۔
5. صوفیانہ اشغال کو ان کی اصل روح یعنی سیرت طیبہ ﷺ کی سادگی، توازن اور اعتدال کے ساتھ اپنایا جائے تاکہ تصوف کی حقیقی تعلیمات عملی زندگی میں نمایاں ہوں۔